پاکستان کی تاریخ ہو یا ایٹمی توانائی کی تاریخ اس میں اوّلین کردار جماعت احمدیہ نے ادا کیا

(خطبہ جمعہ فرمودہ 12 جون 1998ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انورؒ نے فرمایا:

گزشتہ دنوں پاکستان کو جو ایٹمی دھماکا کرنے کی توفیق ملی اس کے متعلق اخبارات میں بکثرت متضاد خبریں آتی رہی ہیں اور مختلف سائنس دانوں کے گروہ اپنے سر سہرا باندھنے کی کوشش کرتے رہے ہیں جس کی وجہ سے کچھ جگ ہنسائی بھی ہوئی ہے اور ہو رہی ہے لیکن ایٹمی توانائی کی تاریخ کا آغاز بالکل بھلا دیا گیا ہے بلکہ اس کے برعکس جماعت احمدیہ پر مُلّاں اور ان کے چیلے چانٹے یہ الزام لگا رہے ہیں کہ جب ایٹمی دھماکا ہوا تو ایک دھماکا ربوہ میں بھی ہوا اور وہ سخت مایوسی اور غم وغصہ کا دھماکا تھا۔ اتنی تکلیف پہنچی اہل ربوہ کو کہ یہ کیا حرکت ہوگئی کہ پاکستان نے ایٹمی توانائی میں اتنی ترقی کر لی ہے۔ یہ ساری باتیں مولوی کی سرشت میں داخل ہیں وہ ہمیشہ حقائق کو چھپا کر پلید باتیں کرتا ہے جن کا حقائق سے کوئی دُور کا بھی تعلق نہیں ہوتا اور مولویوں کے رعب کے نتیجے میں وہ لوگ جن کو تاریخ یاد رہنی چاہئے تھی وہ بھی یا اس تاریخ سے ناواقف ہو گئے ہیں، ان کا دماغ مولوی کے شور نے بالکل صاف کر دیا ہے یا موجود تو ہے دماغ میں لیکن ڈر کے مارے بات نہیں کرتے۔

اس سے پہلے کہ میں ایٹمی توانائی کی تاریخ جو حقیقی تاریخ ہے اس پر کچھ روشنی ڈالوں میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ پاکستان ہو یا دنیا میں کہیں بھی مسلمان ملت کے مفاد کی بات ہو ہمیشہ بلا استثنا

جماعت احمدیہ نے سب سے اوّل اور مؤثر قدم اٹھایا ہے اور جہاں بھی ملت کے مفادات کو نقصان پہنچا ہے وہاں جماعتی مشوروں کو نظر انداز کرنے کے نتیجے میں نقصان پہنچا ہے۔ قیام پاکستان کی تاریخ آپ کے سامنے ہے۔ بہت سے حوالے میں دے چکا ہوں اور اب میں سمجھتا ہوں کہ اس ایک گھنٹے کے اندر اُن کو دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ میرے خطبات چھپ چکے ہیں، وہ مضامین شائع ہو چکے ہیں جن میں بکثرت ایسے حوالے ہیں کہ پاکستان کی تعمیر میں ہی سب سے اہم کردار جماعت احمدیہ نے ادا کیا ہے۔ اگر جماعت احمدیہ کے کردار کو نکال لیا جائے تو یہ مُلّاں لوگ جو آج حکومت پر قابض ہوئے ہوئے ہیں انہوں نے تو پاکستان کو مٹانے کی ہر ممکن تدبیر کر دی تھی۔ اب یہ تاریخ کا ایک مکروہ پہلو ہے کہ وہی لوگ جو پاکستان کو مٹانے میں پیش پیش تھے انہی میں سے ایک شخص جو عطاء اللہ شاہ بخاری کا مرید کہلاتا ہے، اول درجہ کا مرید، وہ اس وقت ملک کا صدر بنا ہوا ہے۔ تو جب قوم تاریخ کو ملیا میٹ کرنے پر تُل جائے تو یہی نتیجہ نکلا کرتا ہے۔ حد سے زیادہ مکروہ باتیں پاکستان میں ہو رہی ہیں جن کا تعلق پاکستان سے زیادہ پلیدستان سے ہے۔ جس کے متعلق عطاء اللہ شاہ بخاری ہی کا یہ قول تھا کہ پاکستان تو نہیں بن سکے گا پلیدستان بن جائے گا۔

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت برائے تحقیقات فسادات پنجاب 1953 المعروف منیر انکوائری رپورٹ۔ صفحہ: 398)

اب وہ پلیدستان بنانے میں اس وقت سب سے بڑا کردار صدر صاحب ادا کر رہے ہیں۔ تو بہت وفادار شاگرد ہیں جنہوں نے پاکستان کو پلیدستان بنانے کا جو ارادہ تھا اسے پایہ تکمیل تک پہنچا دیا ہے لیکن وہ اکیلے نہیں ہیں ساری قوم کا مزاج بگڑا ہوا ہے۔ اس قدر غلط کردار پاکستان کا ہے کہ آپ تو الگ رہے دنیا کے باقی دانشور بھی حیرت زدہ رہ جاتے ہیں کہ اسلامی ملک میں اس قسم کی بے حیائیاں ہو رہی ہیں۔ ہر بے حیائی منظور ہے مولوی کو اور ہر بے حیائی کی سرپرستی کرتا ہے۔ جھوٹ اس کی سرشت میں داخل ہے۔ یہ سارا اسلام ہے صرف جماعت احمدیہ کا نام لینا ایک جرم عظیم ہے، یہ نام نہ لیا جائے تو سب کچھ اسلام اور جائز ہے۔ اس مضمون کے تعلق میں مَیں بہت باتیں پہلے کھول چکا ہوں۔ میں اشارۃً صرف یہ باتیں عرض کر رہا ہوں کہ پاکستان کی تاریخ ہو یا کوئی بھی مسلمانوں کے مفاد کی بات ہو اس میں ہمیشہ اوّلین کردار جماعت احمدیہ نے ادا کیا ہے۔

کشمیر موومنٹ: 1930ء، 31ء، 32ء، 33ء، 34ء تک، حضرت مصلح موعودؓ نے کشمیر موومنٹ کا آغاز کیا اور اس کے متعلق بکثرت مضامین شائع کئے۔ تمام ہندوستان کے مسلمانوں کی رائے عامہ کو جگایا اور انہیں سمجھایا کہ تم کشمیر کے معاملات اور کشمیر کے مظلوم مسلمانوں کے معاملات سے بالکل غافل پڑے ہو، اٹھو اور کسی جدوجہد کا آغاز کرو۔ جب یہ آغاز ہوا تو علامہ اقبال ہی نے سب سے پہلا نام مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کا پیش کیا۔ اب یہ بھی تاریخ کے وہ پہلو ہیں جن کے متعلق مستند حوالوں سے ثابت کیا جا سکتا ہے کہ جماعت احمدیہ سے بڑھ کر کشمیر کی آزادی کی مہم چلانے والی اور کوئی جماعت نہیں تھی۔ جہاں تک فلسطین کا تعلق ہے فلسطین کے متعلق سب سے پہلا تنبیہی مضمون جو شائع کیا ہے وہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شائع فرمایا ہے۔ آپؓ ہی نے فلسطینیوں کو متنبہ کیا کہ اپنی زمینیں یہودیوں کے ہاتھوں بیچنے سے باز آجاؤ۔ اگر تم نے یہ زمینیں بیچیں تو اب تو ان کو وہاں کھڑے ہونے کی جگہ نہیں ہے، ان کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ تمہاری زمینیں خرید کر یہ اپنے کھڑے ہونے کی جگہ بنائیں گے اور پھر اسے پھیلا دیں گے اور رفتہ رفتہ ان کا دائرہ اثر تمہارے سارے مسلمان ممالک جو عرب میں موجود ہیں ان سب پر محیط ہو جائے گا اور یہ بہت ہی خطرناک حرکت ہے جو تم کر رہے ہو اس سے توبہ کرو۔ (تاریخ احمدیت جلد 13 صفحہ: 122)

اس موقع پر اس مضمون کی تائید میں عراق اور فلسطین اور دوسرے اخبارات میں سے بہت سے دانشور ایسے تھے جن کے ایڈیٹر، جنہوں نے کھل کر تائیدی مضامین لکھے، انہوں نے کہا اگر کوئی صحیح مشورہ دے رہا ہے تو اس وقت جماعت احمدیہ کا سربراہ مرزا بشیر الدین محمود احمد ہی ہے جو صحیح مشورہ دے رہا ہے۔ آپ نے ان کے جذبات کو ابھارنے کے لئے بڑی پرزور تحریریں لکھیں لیکن افسوس ہے کہ ان لوگوں نے ان پر کان نہ دھرے۔ ایک تحریر کا نمونہ میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ آپؓ نے لکھا:

> ”سوال فلسطین کا نہیں، سوال مدینہ کا ہے، سوال یروشلم کا نہیں، سوال خود مکہ مکرمہ کا ہے۔ سوال زید اور بکر کا نہیں، سوال محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت کا ہے۔ دشمن باوجود اپنی مخالفتوں کے اسلام کے مقابل پر اکٹھا ہو گیا ہے کیا مسلمان باوجود ہزاروں اتحاد کی وجوہات کے اس موقع پر اکٹھا نہیں ہو گا۔“

(الکفر ملۃ واحدۃ، انوار العلوم جلد 19، صفحہ: 572)

الکفر ملة واحدة کا رسالہ جو شائع ہوا ہے اس کا حوالہ الفضل 1948ء سے ہے۔ یہ الکفر ملة واحدة کا جو مضمون ہے یہ تو سارے عرب میں اور اس سے باہر بھی بہت شہرت پکڑ گیا تھا تو یہ الفاظ تھے جن سے آپؓ نے مسلمانوں کی غیرت اور عزت اور رسول اللہ ﷺ کی محبت کو انگیخت کیا۔ پاکستان کے قیام کے دوران جو خدمات چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے ادا کی ہیں وہ ایک الگ تفصیلی باب ہے جس کے متعلق چوہدری محمد علی صاحب سابق وزیر اعظم پاکستان اپنی مشہور کتاب ''پاکستان'' کے صفحہ 360 پر تفصیل سے ذکر کرتے ہیں۔ چوہدری محمد علی صاحب احمدی تو نہیں تھے۔ بنگالی، شریف النفس انسان تھے اور پاکستان کے وزیر اعظم رہے ہیں انہوں نے کھلے لفظوں میں چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کو خراج تحسین پیش کیا کہ پاکستان کے قیام کے بعد کشمیر کی حمایت میں اس سے زبردست تقریریں آپ کو کہیں اور نہیں ملیں گی جیسے ظفر اللہ خان نے کیں اور جو کوششیں کیں ان کا ذکر طویل ہے۔

(ظہور پاکستان از چودھری محمد علی، مترجم بشیر احمد راشد، صفحہ:360، مطبع کارواں پریس۔ لاہور، اگست 1985ء۔/

The Emergence of Pakistan by Ch.Muhammad Ali Pg:301-302 ,Columbia University Press New York and London 1967)

جہاں تک مسئلہ فلسطین کا تعلق ہے حضرت مصلح موعودؓ نے اس کا آغاز کیا اور چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے یونائیٹڈ نیشنز یعنی اقوام متحدہ میں مسئلہ فلسطین کی ایسی پیروی کی کہ اس کی کوئی نظیر آپ کو کہیں تاریخ میں نہیں ملے گی، حیرت انگیز فصاحت و بلاغت سے پانچ پانچ گھنٹے آپ نے تقریریں کیں۔ اور ایک ایسا موقع تھا جب کہ امریکہ اور اسرائیل کی یعنی جو بننے والا تھا ابھی، اسرائیلیوں کی سازش سے تمام انتظامات مکمل ہو چکے تھے کہ یونائیٹڈ نیشنز میں جب یہ مسئلہ پیش ہوگا تو بھاری اکثریت اسرائیل کے قیام کے حق میں ووٹ دے گی اس وقت ظفر اللہ خان اٹھے ہیں تقریر کے لئے اور فی البدیہہ ایسی تقریر کی ہے کہ مسلمان جتنے بھی نمائندے تھے وہ جوش سے بار بار اٹھتے تھے اور بعض روتے ہوئے آپ کے ہاتھوں کو چومتے تھے کہ ظفر اللہ خان تم نے اسلام اور فلسطین کی حمایت کا حق ادا کر دیا۔ اس کے اوپر جو بعد میں تبصرے چھپے ہیں وہ بہت زیادہ ہیں ان کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔ میں صرف اتنا بتا دیتا ہوں کہ امریکہ اور صیہون کی پوری کوششوں کے باوجود اس وقت کے نمائندگان جو یونائیٹڈ نیشنز میں موجود تھے ان کی اکثریت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کے دلائل سے متاثر ہوگئی۔ اگر اس وقت ووٹ لے لیا جاتا تو اسرائیل کے قیام کا ریزولیوشن پاس ہونا ناممکن تھا۔ اس وقت جیسے دجل کی عادت ہے فوری طور پر امریکہ نے دخل دے کر یہ سوال اٹھایا

کہ یہ مسئلہ بہت اہم ہے ابھی ووٹ نہیں ہونے چاہئیں کیونکہ ان کو پتا تھا کہ اگر اسی وقت ووٹ ہو جاتے تو یہودی حکومت کے قیام کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ یہ وقت مانگا اور تمام دنیا کی حکومتوں پر دباؤ ڈالا کہ تم اپنے فلاں نمائندہ کو جو اس وقت یہود کی حکومت کے خلاف ہو چکا ہے حکماً، جبراً مجبور کرو کہ اپنا ووٹ فلسطین میں یہود کی حکومت کے قیام کے حق میں دے اس کے خلاف نہ دے۔ جب ساری گنتی کر لی اور یقین ہو گیا کہ اب ہر صورت میں یہودی حکومت کے قیام کے حق میں فیصلہ ہوگا تب کچھ عرصہ کے بعد انہوں نے یونائیٹڈ نیشنز میں جس کو ڈویژن کال کہتے ہیں یعنی ووٹ طلب کئے کہ بتاؤ کون کس کے حق میں ہے۔ اس وقت حال یہ تھا کہ بعض نمائندگان روتے ہوئے ظفر اللہ خان سے کہہ رہے تھے کہ ہمارا کوئی قصور نہیں ہے۔ ہم ابھی بھی اس بات پر سو فیصد مطمئن ہیں کہ فلسطین پر یہودی حکومت کا قیام جائز نہیں لیکن اپنی حکومتوں کے ہاتھوں مجبور ہیں اور بالآخر معمولی اکثریت سے یہ فیصلہ ہو گیا جو اس سے پہلے بھاری اکثریت سے اس فیصلہ کو ردّ ہو جانا چاہئے تھا یعنی اگر اس وقت جس وقت ظفر اللہ خان نے تقریر ختم کی تھی اس وقت اگر ووٹ ہوتے تو یونائیٹڈ نیشنز کی بھاری اکثریت اس فیصلہ کو ردّ کر دیتی۔ اس کے بعد کیا ہوا، کس طرح عرب نمائندوں نے ظفر اللہ خان کی محبت کے گیت گائے ہیں، کس طرح بعد میں عرب رسالوں نے خواہ وہ کسی عرب ملک سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کے اخبارات نے ظفر اللہ خان کی مدح سرائی کی ہے اس میں یہاں تک لکھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ سے آج کے زمانہ تک یعنی جب سے رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا اور پہلا دور ختم ہوا، اس کے بعد آج تک جتنا بھی زمانہ گزر رہا ہے اس میں ظفر اللہ خان سے بڑھ کر اسلام کا حمایتی ہم نے نہیں دیکھا۔

یہ ساری باتیں فراموش کر دی گئیں، عمداً ان کو مٹایا جا رہا ہے۔ اس تاریخ کو جو یونائیٹڈ نیشنز کے مسودات کا حصّہ بنی ہوئی ہے اس کو پاکستان نظر انداز کر دیتا ہے۔ اب یہ کیا انصاف ہے یہ کیسی تاریخ ہے؟ آئندہ آنے والی تاریخ ان تاریخ دانوں کو جو آج کل پاکستان پر مسلط ہیں ان کو لازماً جھوٹا اور بدکردار ثابت کرے گی۔ آئندہ آنے والی نسلیں ان کی تیار کردہ تاریخ پر لعنتیں ڈالیں گی اس میں کوئی بھی شک نہیں۔ سردست ان کا پلہ بھاری ہے یہ جس چیز کا جو چاہیں نام رکھ لیں۔ اپنے صحراء کو

بے شک جنت نشان بتاتے رہیں لیکن اس جنت میں جو حرکتیں ہو رہی ہیں وہ اس جنت میں نہیں ہوسکتیں جس کا ذکر قرآن کریم میں ملتا ہے، کوئی دور کی بھی نسبت نہیں۔

اب میں اس مختصر ذکر کے بعد اٹامک انرجی اور اس کا پس منظر آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ جو سہرا بھٹو صاحب کے سر پر باندھا جارہا ہے، یہ سراسر جھوٹ ہے۔ اس کا سہرا اگر کسی پاکستانی سیاستدان کے سر بندھنا چاہئے تو وہ ایوب خان ہیں۔ جنرل ایوب خان سے ہی اٹامک انرجی کے انسٹی ٹیوشن کا آغاز ہوا ہے اور عجیب بات ہے کہ گوہر ایوب صاحب خود اپنے باپ کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ڈرتے ہیں کیونکہ 1965ء کی جنگ میں جو حالات رونما ہوئے اس کے نتیجے میں جنرل ایوب خان نے یہ پہلا فیصلہ کیا تھا کہ ہمیں لازماً ایٹمی توانائی کی طرف توجہ کرنی ہوگی ورنہ ہم ہندوستان جیسے مدمقابل کے سامنے مات کھا جائیں گے اور پھر کوئی بعید نہیں کہ ہندوستان ہمارے ملک پر قابض ہو جائے۔ اس لئے ایک ہی علاج ہے کہ ایٹمی توانائی کو فروغ دیا جائے۔ ایوب خان کی نظر انتخاب جس سائنس دان پر پڑی جس پر آپ کو کامل اعتماد تھا وہ ڈاکٹر عبدالسلام تھے۔ ڈاکٹر عبدالسلام نے ابتدائی اور بنیادی خدمات سرانجام دینے میں ایسا کردار ادا کیا کہ اگر کوئی مؤرخ شریف النفس ہو تو اس کردار کو بھلا نہیں سکتا اور اس معاملہ میں ایسی سیکریسی (Secrecy) سے کام لیا ہے جس کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ احمدیوں کو ہم ہٹا رہے ہیں ہر جگہ سے کیونکہ یہ اپنے راز کی باتیں دوسروں کو بتا دیتے ہیں لیکن ڈاکٹر عبدالسلام صاحب نے ان امور میں اس قدر اخفاء سے کام لیا ہے کہ بہت بعد تک جب یہ سارے واقعات گزرے مجھے ملتے رہے تو ایٹمی توانائی میں اپنا جو کردار تھا اس کا ذکر بھی نہیں کیا انہوں نے۔ سرسری سا ذکر کرتے رہے ہیں اور تاثر یہ دیا کہ گویا ایٹمی توانائی کا جو کام ہوا ہے یہ بعد میں ہوا ہے۔ جھوٹ تو نہیں بول سکتے تھے مگر تاثر یہ دیا۔ میں نہیں جانتا کن الفاظ سے مجھ پر یہ تاثر قائم ہوا مگر اپنے نفس کو بڑھانے کی ان کو عادت ہی نہیں تھی اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ایک انتہائی منکسر المزاج انسان تھے، سچے پاکستان کے ہمدرد اور ایوب خان نے جو اعتماد آپ پر کیا اس کو سچا ثابت کر دکھایا۔ یہ جتنے اٹامک، نیوکلیر کمیشن بنے ہیں مختلف قسم کے اٹامک یعنی یورینیم وغیرہ کی افزائش کے انتظامات ہوئے ہیں، ان سب میں ڈاکٹر

عبدالسلام کے مشورہ کے مطابق وہ سائنسدان ملوث ہوئے ہیں جن میں سے ایک بڑی تعداد احمدی سائنسدانوں کی تھی اور اگر وہ احمدی سائنسدان اس پر کام نہ کرتے تو آج کسی ایٹم بم کا سوال ہی نہ پیدا ہوتا پاکستان کے لئے اور یہ الزام کہ وہ اپنی خبریں احمدیوں کو دیتے ہیں اس قدر جھوٹا اور لغو ہے کہ اب جبکہ یہ واقعہ ہو گیا تو امریکہ سے شیخ لطیف صاحب نے جو اس وقت چوٹی کا کردار ادا کرنے والے تھے انہوں نے پہلی بار مجھے لکھا ہے کہ یہ سارے جھوٹ بول رہے ہیں، بات کچھ اور ہی ہے۔ ایوب خان کے زمانہ میں آغاز ہوا اور میں ان سائنس دانوں میں سے ہوں جنہوں نے اوّلین کلیدی کردار ادا کیا ہے یورینیم کی افزائش کے تعلق میں اور مدتوں اس پر کام کیا، مختلف ممالک کے دورے کئے ہیں اور افزائش کے سلسلہ میں، اگر یہ سارا کام جو مخفی طریق پہ ہوتا رہا ہے اگر یہ نہ کیا جاتا تو آج پاکستان ایٹم بم بنانے کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔

تو اوّل طور پر یاد رکھیں کہ اس کا سہرا نہ بھٹو کے سر ہے نہ ضیاء الحق کے سر ہے، نہ نواز شریف کے سر ہے۔ یہ سارے بعد میں شہرت لوٹنے والے لوگ ہیں۔ سہرا اگر کسی پاکستانی سیاستدان کے سر ہے تو وہ جنرل ایوب خان تھے۔ بہت گہرے انسان جن کی نظر ملک وقوم کے مفادات پر تھی اور دیکھنے میں ایک سادہ سے جرنیل تھے۔ مگر ان کی بہت باریک اور گہری نظر اسلامی مفادات اور ملکی مفادات پر پڑا کرتی تھی اور اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ یہ اٹامک انرجی کمیشن قائم ہوا۔ اس میں ایک بہت بڑی خوبی یہ تھی کہ خاموشی سے کام کرتے تھے اور اپنا دکھاوا منظور ہی نہیں تھا۔ اس وجہ سے بھی اس زمانہ کی تاریخ کو اب بھلا دیا گیا ہے ورنہ اگر اس وقت وہ کھل کر یہ باتیں کرتے تو ان کو ذاتی شہرت تو مل سکتی تھی مگر سب دنیا کی نظریں پاکستان کے اٹامک پروگرام پر ہوتیں اور اس وقت دخل اندازی کر کے وہ اس کی بنیاد ہی قائم نہ رہنے دیتے۔ پس اپنی انا کی ذرّہ بھر بھی پرواہ نہیں کی انہوں نے اور اعتماد کیا تو احمدیوں پر کیا اور ڈاکٹر عبدالسلام نے جن لوگوں کے نام پیش کئے ان سب کو قبول کیا۔ وہی نام ہیں جن میں سب سے بڑا نام اس وقت منیر احمد صاحب کا ہے۔ منیر احمد صاحب نے جو بڑے جرأت والے بااخلاق انسان ہیں اٹامک انرجی کمیشن میں بہت بڑا کام سرانجام دیا ہے۔ اس کو منظم کرنے میں بعد ازاں ان کا بہت بڑا ہاتھ ہے اور یہ تسلیم کرتے ہیں کھل کر کہ ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کے لائے ہوئے تھے اور

انہی کے اعتماد کی وجہ سے ان کو یہ توفیق ملی ہے۔ اب منیر احمد خان صاحب زندہ موجود ہیں، آپس میں یہ لوگ جتنا بھی فخر بانٹنا چاہیں ایک دوسرے سے چھین چھین کے بے شک بانٹیں، ان سے اگر کوئی پوچھے کہ بتاؤ کہ اٹامک انرجی کمیشن کے آغاز میں سب سے اہم کردار کس نے ادا کیا تو وہ بلاشبہ کہیں گے کہ ڈاکٹر عبدالسلام نے۔ انہوں نے ڈاکٹر عبدالسلام پر ان کی وفات کے بعد جو مضمون لکھا، جو ٹریسٹ میں پڑھا گیا اس میں بہت کھل کر ڈاکٹر عبدالسلام کی عظمت کے گیت گائے ہیں اور ان سب باتوں کا اگر آج کسی غیر احمدی سائنسدان کو قطعی یقینی علم ہے تو وہ یہ منیر احمد خان صاحب ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ پرائیویٹ مجالس میں جب ان سے پوچھا جائے گا تو یہ ضرور بتائیں گے لیکن اس آغاز کی تاریخ کا انہوں نے کیوں ذکر نہیں کیا میرے نزدیک پاکستانی حکومت اور پاکستانی میڈیا اور پاکستانی اخبارات اس کے متحمل ہی نہیں ہو سکتے تھے اس لئے بعید نہیں کہ انہوں نے بیانات میں یہ سچی باتیں کہی ہوں لیکن ان کو بالکل کلیۃً نظرانداز کر دیا گیا ہو اور ملیا میٹ کر دیا گیا ہو۔

تو اس وقت جو پاکستان کی نیوکلیئر افزائش کے تعلق میں ایک عالمی حیثیت قائم ہوگئی ہے اس میں اوّل کردار ایوب خان اور دوم کردار جو سائنسی کردار ہے یہ ڈاکٹر عبدالسلام نے ادا کیا۔ ڈاکٹر سلام صاحب نے یورینیم کی افزائش کے سلسلہ میں ڈیرہ غازی خان میں یورینیم کے ذخائر کی دریافت کے بعد اس کو کس طرح ایٹمی توانائی کے قابل بنایا جا سکتا ہے اس کے متعلق سب سے اہم مشورے دئے اور شیخ لطیف صاحب جو احمدی سائنسدان ہیں یہ وہ سائنسدان ہیں جن کو اس کام پر مامور رکھا ہے۔ بڑی خاموشی کے ساتھ، بغیر کسی انانیت کے جذبہ کے تحت کریڈٹ لینے کی کوشش کے، انتہائی خاموشی اور اخفا کے ساتھ یہ کام کرتے رہے ہیں اور اس کی تفصیل میں یہاں بیان نہیں کر سکتا لیکن میرے پاس وہ سارے کوائف موجود ہیں۔ اگر میں بیان کروں تو دنیا حیران رہ جائے گی کہ احمدی سائنسدانوں نے کتنی خاموشی کے ساتھ وہ خدمات سرانجام دی ہیں جن کے بغیر پاکستان میں نیوکلیئر افزائش کا کوئی سلسلہ ہی نہیں چل سکتا تھا۔ کسی غیر معروف جگہ میں بیٹھ کر یہ لیبارٹریاں بناتے رہے ہیں۔ وہ آج کی جو جدید لیبارٹری بنی ہے وہ اسی لیبارٹری کے خدوخال پہ بنی ہے جو انہوں نے تجویز کی تھی اور بنا کے دکھائی تھی تو بلیو پرنٹ بھی ان کا ہی تیار کردہ تھا اور بلیو پرنٹ کو ڈھال کر عملی شکل دینے میں بھی انہوں نے ہی سب سے بڑا کردار ادا کیا اور بعد میں جب زیادہ وسعت کی ضرورت پڑی تو بعینہٖ انہی کی سکیم کو آگے بڑھا کر وسعت دی گئی ہے۔

اب یہ امریکہ میں ہیں شیخ لطیف احمد صاحب جن کا اس سارے واقعہ کے بعد مجھ سے رابطہ ہوا ہے۔ اس سے آپ اندازہ کریں کہ ان کو کچھ بھی پرواہ نہیں تھی اپنی انا کے اظہار کی۔ جب تک یہ دھماکے نہیں ہوئے اس وقت تک انہوں نے مناسب نہیں سمجھا کہ مجھے بھی بتائیں کہ اس سے پہلے کیا کرتے رہے ہیں۔ انہوں نے کچھ اور سائنسدانوں کے نام بھی بھیجے ہیں۔ ڈاکٹر منیر احمد خان صاحب کی سربراہی میں جو ٹیم بنائی گئی تھی اس میں جو احمدی سائنسدان کلیدی اسامیوں پر فائز تھے ان میں ایک شیخ لطیف احمد صاحب یہی امریکہ والے، دوسرے مرزا منور احمد صاحب کینیڈا والے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے نام ہیں مثلاً محمود احمد شاد صاحب ٹورانٹو کینیڈا میں ہیں۔ نیوکلیئر فیوژن کی مینجمنٹ میں انہوں نے بہت بڑی خدمات سرانجام دی ہیں۔ شیخ لطیف صاحب کا جو کردار رہا ہے 1961ء سے 1989ء تک، مینوفیکچر آف نیوکلیئر ریسرچ Equipment یہ انہی کا کارنامہ ہے۔ 1972ء میں مینوفیکچر آف یورینئم ایکسٹریکشن پائلٹ پلانٹ انہوں نے تجویز کیا۔ انہوں نے اپنے سامنے بنوا کر دکھا دیا کہ یہ تجویز محض ایک خیالی تجویز نہیں، عملاً یہ ہوسکتا ہے۔ 1974ء تا 1979ء پراسیسنگ آف یورینئم مینوفیکچرنگ نیوکلیئر فیوژن یہ بھی ان کا کارنامہ ہے۔

اب یہ اس کو جو مرضی اپنے سر تھوپنے کی کوشش کرے یہ وہ حقائق ہیں جو پاکستان کی تاریخ میں مندرج ہیں اور ان حقائق کو یہ مٹا سکتے ہی نہیں۔ اس لئے قدیر خان صاحب کی باتیں ہوں یا کسی اور سائنسدان کی باتیں ہوں حقیقت میں یہ احمدی سائنٹسٹ ہیں جنہوں نے بہت گہری علمی خدمات سرانجام دی ہیں اور آج کا ایٹم بم ان کا مرہون منت ہے۔ یہ جو کہا جا رہا ہے کہ عبدالقدیر نے فیوژن میں کام کیا باقی سب کام دوسروں نے کئے، یہ سب غلط ہے۔ عبدالقدیر صاحب کی تو کوئی حیثیت ہی نہیں تھی، کوئی شمار ہی نہیں تھا پروپیگنڈا کے سپیشلسٹ ہیں وہ اور بہت پروپیگنڈا کیا ہے انہوں نے۔ اس کے متعلق اخبارات میں یہ خبریں شائع ہو چکی ہیں کہ کس طرح بعض صحافیوں کو انہوں نے خریدا اور اپنی جیب سے پیسے خرچ کر کے ان کو اپنی تائید میں لکھنے پر آمادہ کیا۔ اب یہ ساری باتیں پاکستان کے اخبارات میں چھپی ہوئی موجود ہیں ان کی تفصیل میں مَیں نہیں جانا چاہتا کیونکہ مجھے پسند نہیں کہ عبدالقدیر خان صاحب کے کئے کرائے پر پانی پھیرنے کی کوشش کروں۔ ان بے چاروں نے جو کچھ کریڈٹ لے لیا ہے اللہ ان کو مبارک کرے مگر تاریخ بدلنے کا ان کو کوئی حق نہیں تھا۔ جو تاریخ کہہ رہی ہے وہ یہ باتیں ہیں جو میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔

شیخ لطیف صاحب کے علاوہ مرزا منور احمد صاحب ٹورانٹو کا میں نے بتایا ہے اسی طرح ڈاکٹر محمد افضل صاحب 1964ء سے 1969ء تک سنٹر فار نیوکلیئر سٹڈیز میں لیکچرار رہے ہیں یعنی پروفیسر تھے اور اٹامک انرجی کے سائنس دانوں کو نیوکلیئر سائنس کی ٹیکنالوجی پڑھانے میں انہوں نے سب سے نمایاں کام سرانجام دیا ہے۔ جو ٹیم بنی ہے، بہت سارے کثرت سے لوگ Involve ہوتے ہیں ایسے کاموں میں، اس ٹیم کو بنانے میں بھی احمدی پروفیسرز کا دخل ہے۔ تو تعجب کی بات ہے کہ ان سب باتوں کو آج کا پاکستان کلیۃً بھلا رہا ہے اور ایک نئی تاریخ کو جنم دینے کی کوشش کر رہا ہے جو سراسر جھوٹی ہے۔ اس مختصر ذکر کے بعد چونکہ میں نے حوالے نہیں پڑھے جو مختلف مضامین کے میرے پاس موجود ہیں اس لئے میرے اندازے سے جلدی وقت ختم ہو گیا ہے ورنہ میرا خیال تھا کہ اگر یہ حوالے پڑھوں تو پھر پورا وقت ہو جائے گا۔ پھر ڈر کے مارے نہیں پڑھے کہ زیادہ ہی وقت نہ لگ جائے اب مختصر تبصرہ کر کے اس خطبہ کو ختم کر دیتا ہوں۔

آج کا دور یعنی وہ دور جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شروع ہوتا ہے اس دور میں ایک بھی ایسی بات نہیں جو مسلمانوں کے مفادات سے تعلق رکھتی ہو اور اس کا آغاز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یا آپ کے غلاموں نے نہ کیا ہو۔ مسلم لیگ کی بنیاد بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ڈالی۔ مسلم لیگ کا تذکرہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لازماً الہاماً اس طرف توجہ پیدا ہوئی کہ ہندوستان کے جتنے مسلمان ہیں ان کو اکٹھا ہو کر ایک لیگ کی بنیاد ڈالنی چاہئے اور آج کی مسلم لیگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام مٹانے کی کوشش کر رہی ہے۔ یہ عجیب کردار ہے جس کو ہرگز اللہ قبول نہیں فرماتا اور اس کا بد اثر کچھ دیکھ رہے ہیں، کچھ اور بھی دیکھیں گے۔ پاکستان کی تاریخ میں جماعت احمدیہ نے جو کردار ادا کیا اس سلسلہ میں تمام مستند کتابیں جو پہلے زمانہ کی چھپی ہوئی ہیں، رئیس احمد جعفری کی کتاب ہو یا کوئی اور ان میں واضح طور پر لکھا ہوا ہے کہ تمام ہندوستان کی مذہبی جماعتوں میں اگر کوئی جماعت تھی جس نے پاکستان کی تعمیر میں کام کیا ہے تو یہ جماعت احمدیہ تھی۔ اور اب ان کے سکول کی لغو اور لچر کتابوں میں یہ لکھا ہوا ہے کہ مولویوں نے پاکستان کو تعمیر کیا اور جماعت احمدیہ اس کی مخالف رہی ہے۔ تو ہر چیز میں انہوں نے واضح جھوٹ اور ناشکری سے کام لیا ہے اس کے نتیجے

میں یہ ہو نہیں سکتا کہ اللہ تعالیٰ ان کی ان زیادتیوں کو نظر انداز فرما دے۔ ہمیشہ خدا کا یہی دستور رہا ہے کہ جماعت کو توفیق بخشتا ہے۔ جب یہ لوگ نظر انداز کرتے ہیں تو ان کو سزا ملتی ہے۔

کشمیر میں جب بالآخر علامہ اقبال نے حضرت مصلح موعودؓ کی کوششوں کو نظر انداز کیا تو اس کے بعد پھر کشمیریوں پر مظالم کا ایک ایسا دور شروع ہوتا ہے جس کو قیامِ پاکستان ہی نے آ کر ختم کیا یا ایک حد تک ختم کیا اور قیام پاکستان کے بعد دوبارہ پھر اگر کشمیریوں کی حمایت کے آغاز کا موقع ملا تو حضرت مصلح موعودؓ کو ملا ہے۔ کس طرح ان باتوں سے آنکھیں بند کرتے ہیں تعجب ہے۔ یقین نہیں آتا کہ کوئی شخص اس طرح حقائق کو دیکھ کر ان سے آنکھیں بند کر کے بالکل ایک مختلف بات، من گھڑت بات اس کی جگہ بنا لیتا ہے۔ کشمیر کی تاریخ کے متعلق اب میرے پاس حوالے تو نہیں ہیں جو مجھے زبانی یاد ہے وہ یہ ہے کہ پارٹیشن کے فوراً بعد حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رتن باغ سے اس تحریک کا آغاز کیا ہے۔ احمدی آفیسرز آپؓ کو ملنے آتے رہے اور بہت سے غیر احمدی افسران آپؓ کو ملنے کے لئے آتے رہے کیونکہ ان کو اعتماد تھا کہ اگر یہ تحریک کوئی شروع کر سکتا ہے تو صرف آپ کر سکتے ہیں۔ صوبہ سرحد میں رائے عامہ کو درست کرنے کے لئے آپؓ نے احمدی بااثر پٹھانوں کو مقرر کیا اور انہوں نے تمام صوبہ سرحد کا دورہ کر کے رائے عامہ کو کشمیر کے حق میں اُبھارا اور جو جتھے جانے شروع ہوئے ہیں کشمیر کی تائید میں یعنی پٹھانوں کے جتھے وہ جماعت احمدیہ نے بھیجے تھے۔ اب یہ جو چاہیں اس کا نام رکھ دیں۔ یہ حقائق ہیں جو تاریخ کے حقائق ہیں ان کو کوئی شریف النفس انسان ملیا میٹ نہیں کر سکتا۔ چاہے بھی تو نہیں کر سکتا۔ بدباطن بھی ملیا میٹ نہیں کر سکتا کیونکہ یہ تاریخ کا حصہ ہیں۔ یہ جیسے پتھر پر تحریریں لکیر بن جاتی ہیں جو مٹائی نہیں جا سکتیں وہ لکیر ہے یہ تاریخ پر، جس کو اب یہ لوگ مٹا نہیں سکتے مگر جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے آپ کو صبر سے کام لینا ہوگا۔ وقت بدل جایا کرتے ہیں۔ پہلی قوموں نے بھی بہت صبر سے کام لیا ہے اور بالآخر حقیقی تاریخ کے نقوش ان مٹائی ہوئی تحریروں میں سے ابھرنے شروع ہوئے اور نئے نقشوں نے جگہ لی ہے۔

پس جماعت احمدیہ کو میری یہ نصیحت ہے کہ آپ صبر سے کام لیں۔ جہاں تک ممکن ہے ان باتوں کو اخباروں میں شائع کرنا شروع کریں کیونکہ اس قوم کی یادداشت بہت ہی چھوٹی ہے۔ اگر کوشش کریں گے تو کوئی بعید نہیں کہ اگر احمدیوں کے وفود ملیں پاکستان کے بعض کرتا دھرتا ایڈیٹرز

ہوں یا اخباروں کے مالک ہوں ان سے ملیں تو ہرگز بعید نہیں کہ وہ سچی بات کر سکتے ہوں یا کریں۔ مثلاً نوائے وقت ہے اس کے حمید نظامی صاحب کے بیٹے اِس وقت نوائے وقت پر قابض ہیں۔ اِس وقت کے نوائے وقت کا کردار اتنا مکروہ ہے کہ انسان تعجب کرتا ہے کہ حمید نظامی کا بیٹا اس حد تک گر چکا ہوگا کہ اپنے باپ کے مسلک سے بالکل مختلف مسلک اختیار کر لے گا، حالانکہ نوائے وقت حمید نظامی کا بنایا ہوا اخبار ہے، حمید نظامی کی صحافت کی عظمت ہے جس نے نوائے وقت کو ایک اہمیت بخشی ہے۔ نوائے وقت 24 اگست 1948ء کا آپ دیکھیں۔ 1948ء میں 24 اگست کو حمید نظامی نے کیا لکھا۔ وہ لکھتے ہیں:

”ہندوستان نے کشمیر کا قضیہ یو این او میں پیش کر دیا۔ چوہدری صاحب پھر نیویارک پہنچ گئے۔ 4 فروری 1948ء کو آپ نے یو این او میں دنیا بھر کے چوٹی کے دماغوں کے سامنے اپنے ملک وملت کی وکالت کرتے ہوئے مسلسل ساڑھے پانچ گھنٹے تقریر کی۔ ظفر اللہ خان کی تقریر ٹھوس دلائل اور حقائق سے لبریز تھی۔ کشمیر کمیشن کا تقرر ظفر اللہ کا ایک ایسا کارنامہ ہے جسے مسلمان کبھی نہ بھول سکیں گے۔“

کوئی کہہ سکتا ہے کہ انہوں نے مبالغہ آمیزی سے کام لیا ہے۔ مسلمانوں نے تو بھلا دیا ہے مگر مسلمانوں نے کب بھلایا ہے۔ جو بھلانے والے ہیں ان کا نام مسلمان ہے ان کا کردار مسلمان نہیں ہے۔ اگر حقیقت میں ان کا کردار بھی مسلمان ہوتا، ان میں اسلامی جذبہ تشکر کا ایک معمولی سا جذبہ بھی ہوتا تو ناممکن تھا کہ یہ ان واقعات کو بھلا سکتے۔ اُس زمانہ کے اخبارات میں کچھ شرافت موجود تھی، کچھ باتیں وہ جرأت سے کہہ دیا کرتے تھے۔ جو شرافت اب اِن اخبارات میں جو آج کل چل رہے ہیں نام کو بھی نہیں رہی۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے عرض کیا ہے کہ جماعت کو جدوجہد کر کے اُن لوگوں کو جو اخبارات کے مالک ہیں یا ایڈیٹر ہیں بار بار ضرور ملنا چاہئے کیونکہ میرا تجربہ ہے کہ بعض دفعہ دیکھنے میں لگتا ہے کہ بہت مخالف اور متعصب ہے، جب ملا جائے اور بات سمجھائی جائے تو اندر کا انسان جاگ اٹھتا ہے۔ اس لئے نوائے وقت ہو یا دوسرے اخبارات ہوں ان کے سربراہوں سے جن کے ہاتھ میں ان کی کلیدیں ہیں اور ان کے مدیروں سے ضرور ملنا چاہئے اور پوری کوشش کرنی چاہئے کہ ان کے اندر کا ضمیر جاگ اٹھے۔

اب یہ Stated Weekly of Pakistan کا ایک حوالہ میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔ 13 مارچ 1950ء کی اشاعت میں لکھتا ہے:

''ہمارے وزیر خارجہ نے وہ ناموری حاصل کی ہے جو بلاشبہ کسی دوسرے ملک کو نصیب نہیں ہے یعنی وزارت خارجہ کا جو حق ظفر اللہ خان نے ادا کیا ہے وہ دنیا بھر کے کسی وزیر خارجہ کو نصیب نہیں ہوا۔ چھوٹے سے ملک کا نمائندہ ہو کر شہرت کے آسمان پر ایسا ابھرے اور ایسا چمکے ہیں کہ دنیا بھر کے وزرائے خارجہ کو بالکل ماند کر کے دکھا دیا۔ اڑھائی سال کے عرصہ میں بیرونی دنیا میں انہوں نے پاکستان کی ساکھ کو قائم کرنے اور اس کی عزت و وقار کو چار چاند لگانے کا جو کارنامہ سرانجام دیا ہے اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ سلامتی کونسل میں جس طریق پر انہوں نے مسئلہ کشمیر کا معاملہ پیش کیا ہے اس سے اس فریب کا جو پاکستان کو دیا جا رہا ہے پردہ چاک ہو گیا ہے۔ Lake State میں کمال بے جگری سے انہوں نے کشمیر کی جنگ لڑی ہے اور دنیا کے سامنے یہ ثابت کر کے کہ بین الاقوامی قوانین کی روشنی میں کسی بھی زاویہ نگاہ سے کیوں نہ دیکھا جائے جارحانہ اقدام کا ارتکاب کرنے میں پہل دوسرے فریق نے کی ہے۔ وہ اس جنگ میں فتح یاب رہے ہیں۔ قائداعظم مرحوم کی طرح وہ جھکنا نہیں جانتے تھے۔ وہ اس فتح کے قائل ہی نہیں تھے جو گر کر نصیب ہو۔''

یہ ہے احمدیوں کے کردار کو خراج تحسین۔ جب ان پر اعتماد کیا گیا اور پاکستان کی وکالت ان کے سپرد کی گئی تو اس طرح وفا کے ساتھ، اس طرح سچائی کے ساتھ انہوں نے اس کا حق ادا کیا ہے۔ اب یہ مشہور کر رہے ہیں کہ احمدیوں کو اس لئے کلیدی عہدہ نہیں دیا جاتا کہ ملک کے بھی غدار ہیں اور اسلام کے بھی غدار ہیں۔ بے حیائی کی کوئی حد تو ہونی چاہئے مگر ہمارے بدنصیب وطن میں اس کی کوئی حد معلوم نہیں ہوتی۔ م ش (میاں محمد شفیع - مرتب) جو نوائے وقت کے مقالہ نگار تھے ان کی ایک تحریر پڑھ کے میں اس خطبہ کو ختم کرتا ہوں۔ وہ لکھتے ہیں:

''وہ اُردو اور انگریزی کے ایک بے پناہ، زبردست اور ٹھنڈے دل ودماغ کے اعلیٰ پایہ کے مقرر تھے۔انہوں نے قائداعظم کے حکم کے تحت پارٹیشن کمیٹی (یعنی باؤنڈری کمیشن) میں مسلم لیگ کی جس طرح ترجمانی کی اس کا مکمل ریکارڈ موجود ہے۔(مگر ذکر بھی نہیں کرتے اس ریکارڈ کا کیونکہ اس کے برعکس نتیجہ نکالنے کے عادی بن چکے ہیں یہ لوگ۔) اسی طرح قیام پاکستان کے بعد انہوں نے جس انداز سے کشمیر کے مسئلہ کو سیکیورٹی کونسل کے سامنے پیش کیا یہ اس کا ثمر تھا کہ سیکیورٹی کونسل نے متفقہ طور پر کشمیر کے مستقبل کو عوام کے استصواب رائے سے مشروط کردیا۔(یہ جو واقعہ گزرا ہے یہ ظفراللہ خان کی کوششوں سے ہوا ہے) چوہدری محمد ظفراللہ خان نے عربوں کے کیس کی اقوام متحدہ میں جس خلوص اور دیانت داری، بلند حوصلگی سے نمائندگی کی اس کا اعتراف تمام عالم اسلام کو ہے۔''

اگر پاکستان کو نہیں تو یہ عالمِ اسلام نہیں ہے۔م ش جو احمدی نہیں تھے بلکہ ایک دور میں احمدیت کی بڑی سخت مخالفت کیا کرتے تھے ان کا یہ اقرار ہے۔کہتے ہیں عالم اسلام کو تو اعتراف ہے جن کو نہیں ان کا نام جو مرضی بھی ہو عالم اسلام نہیں ہے۔

''میں نے جو کچھ دیانتداری سے سمجھا اسے لکھ دیا۔''

(نوائے وقت میگزین مؤرخہ 21 ستمبر 1990ء صفحہ:8)

یہ م ش کا دیانتداری کا اقرار ہے۔اب میں اس خطبہ کو ختم کرتے ہوئے جماعت احمدیہ کو صرف یہ نصیحت کرتا ہوں کہ بے دلی اور کمزوری نہ دکھائیں۔اپنی نیکیوں پر استقامت اختیار کریں۔قوموں کی تاریخ بدل جایا کرتی ہے۔بالآخر صبر کو فتح نصیب ہوا کرتی ہے۔آپ دعائیں کرتے رہیں اور صبر سے کام لیں۔اس وقت جو حالات ہیں ان میں پاکستان کے سر پر بہت بڑے خطرات منڈلا رہے ہیں اتنے خطرناک حالات ہیں کہ ان کا اگر صحیح علم آپ کو ہو تو دل دہل جائے۔کوئی شعبہ ایسا باقی نہیں رہا جو بدامنی کا شکار نہ ہو چکا ہو۔اقتصادی حالات بد سے بدتر ہوتے چلے جارہے ہیں۔یہ بات تو غلط ہے کہ امریکہ یا دوسرے امیر ملکوں کے بائیکاٹ کے نتیجہ میں پاکستان کو کوئی بڑا اقتصادی نقصان پہنچ سکتا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ بڑی قومیں بڑی خودغرض ہیں۔جہاں ان کا اپنا مفاد ہو، جہاں یہ خطرہ

لاحق ہو کہ اگر انہوں نے تجارتی تعلقات کاٹ دئے تو اس ملک کی منڈی کسی اور ملک کے ہاتھ میں چلی جائے گی۔ وہاں ان کو کوڑی کی بھی پرواہ نہیں کہ ہماری عمومی پالیسی کے برعکس تجارتوں کو بحال رکھنے سے کیا نقصان پہنچ سکتا ہے۔

پس اس بارے میں وزیر اعظم پاکستان مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے بالکل صحیح تشخیص کی ہے بار بار قوم کو یقین دلایا ہے کہ ان کی اقتصادی پابندیاں بالکل بے معنی اور لغو باتیں ہیں، خصوصیت سے اس وقت جبکہ ہندوستان اور پاکستان کے مفادات دونوں ہی امریکہ کے مقابل پر اکٹھے ہو چکے ہیں تو اتنی بڑی اقتصادی منڈی جو سارے ہندوستان پر پھیلی ہو اور پاکستان پر پھیلی ہو اس کو نظر انداز کرنے کا دنیا کی کسی بڑی سے بڑی طاقت کو بھی اختیار نہیں۔ یورپین ہوں یا امریکن یا کینیڈین یا جاپانی، ان سب نے اپنی منڈیوں کی ساکھ لازماً قائم رکھنی ہے۔ صرف ایک چیز سے احتیاط کی ضرورت ہے جس سے ہماری اقتصادیات کو نقصان پہنچ سکتا ہے اور اس نقصان پہنچانے میں یہ لوگ ماہر ہیں۔ وہ یہ ہے کہ پاکستان کو اپنی جتنی بھی ضرورتیں ہیں ان کو پورا کرنے کے لئے ان کو جو ظاہری پابندیاں ہیں وہ کوئی کام نہیں دے سکتیں لیکن کچھ مخفی ایسے ارادے ہیں جو پاکستان کو مشکل میں ڈالنے کے لئے ان کے کام آسکتے ہیں۔ ظاہر تجارت ہر اس جگہ جاری رہے گی جس تجارت کا مفاد ان کو پہنچتا ہے۔ مخفی تجارت جس میں ہتھیار شامل ہیں، جس میں سائنسی آلات شامل ہیں، جس میں کمپیوٹر شامل ہیں ان کو یہ روک سکتے ہیں لیکن ان کو روکنا بھی دراصل ان کے اختیار میں نہیں کیونکہ پاکستان بعض دوسرے ممالک سے یہی آلات خرید سکتا ہے اور اس طرح ان کی تجارت متاثر ہو سکتی ہے۔ اس کے متعلق یہ ہوشیاری کرتے ہیں کہ وہی آلات دوسری طرف سے مہیا کرتے ہیں۔ اعلان کر رہے ہوتے ہیں کہ آئندہ سے ہندوستان یا پاکستان کو ہرگز یہ آلات مہیا نہیں کئے جائیں گے جن کا بڑے کمپیوٹر سے تعلق ہے یا نیوکلیئر ٹیکنالوجی سے تعلق ہے یہ ہم ان کو نہیں دیں گے اور پھر دوسرے ہاتھ سے، مخفی ہاتھ سے ان کو مہیا کرنے کا انتظام کرتے ہیں اور پیسے زیادہ وصول کرتے ہیں۔

پس Crises جو بھی ہو وہ اپنی Advantage کے لئے اس کو بدل دیتے ہیں اس سے اپنے مقاصد پہلے سے بڑھ کر حاصل کرتے ہیں۔ تو اعلان عام یہ ہوگا کہ ہم ان چیزوں کو بالکل پاکستان اور ہندوستان کے لئے بند کر رہے ہیں اور اندرونی ہاتھ کے ساتھ یہ ساری چیزیں کسی رستے سے مہیا

کریں گے اور قیمت بڑھ جائے گی۔اس لئے جو بڑھی ہوئی قیمت ادا کرنی ہے اس نے پاکستان کی اقتصادیات پر اثرانداز ہونا ہے۔اس لئے میرا اُن کو یہ مشورہ ہے کہ باقی جتنے مرضی اختلافات ہوں امریکہ اور مغربی طاقتوں اور اسی طرح بڑی طاقتوں جاپان وغیرہ کے مقابل پر جو ہندوستان اور پاکستان کے مشترکہ مصالح ہیں ان کے متعلق ان کو مل کر غور کرنا چاہئے۔لڑنا ہے تو بے شک لڑیں لیکن ان کے لئے لازم ہے کہ مشترکہ مصالح کے تعلق میں مل کر غور کریں اور اگر ہندوستان کے دانشور اور پاکستان کے دانشور اس معاملے میں اکٹھے ہو جائیں کہ یہ ہمارے مشترکہ مفادات ہیں جو اکیلے اکیلے حل ہو ہی نہیں سکتے، دونوں ایک ایسی پالیسی اختیار کریں کہ مغربی طاقتوں کی پالیسی کو ناکام اور نامراد بنادیں۔یہ فیصلہ کر کے جو مشورے کریں گے ان کا معنی ہوگا، وہ معنی خیز مشورے ہوں گے اور ان کا بہترین نتیجہ نکل سکتا ہے۔پس یہ نہیں مانیں گے اس بات کو تو اپنا نقصان اٹھائیں گے مگر لازماً ان کو یہ بات ماننی چاہئے۔اختلاف اپنی جگہ پر، مشترکہ مصالح اپنی جگہ پر ہیں ان کو کیوں نقصان پہنچانے دیتے ہیں۔پھر بے شک لڑتے رہیں جو مرضی کریں۔میں نہیں چاہتا کہ آپس میں ان کی لڑائیاں ہوں مگر میرا مطلب یہ ہے کہ اگر مجبور ہیں لڑنے پر تو پھر لڑتے بھی پھریں بے شک لیکن مشترکہ مفادات کی حفاظت کے بعد ایسا کام کریں، اس کے بغیر نہیں۔اللہ تعالیٰ ان کو یہ توفیق عطا فرمائے۔دونوں کو میرا ایک ہی مشورہ ہے ہندوستان کی فلاح و بہبود کے لئے یا پاکستان کی فلاح و بہبود کے لئے یہ مشورہ دونوں صورتوں میں بہت ضروری ہے۔